www.Paksociety.com

نائلہ طارق

سلسلے وار ناول

# اے عشق ہمیں برباد نہ کر

بوسیدہ اور قدیم عمارتوں کا یہ عقبی حصہ تھا جہاں ایک چوڑی اور طویل سڑک موجود تھی۔ سڑک کے دوسری جانب کھنچی پچی باؤنڈری سے دور کافی ہٹ کر کچی مگر محدود آبادی والی بستی تھی اور اس وقت وہاں تاریکی میں چند ہی ٹمٹماتی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ سڑک کے کنارے موجود پول پر ایک اسٹریٹ لائٹ روشن تھی اور اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

کی دور دور تک بکھری تیز زرد روشنی میں ''وہ'' موجود تھا۔ وہ جس کا وجود اسٹریٹ لائٹ سے بھی زیادہ روشن اور منور۔ وہ انسانی وجود واقعی نظر بھر کر دیکھنے اور پھر دیکھتے ہی رہ جانے کے قابل تھا۔ کوئی عجیب سی کشش تھی اس میں ٹھٹھکا دینے والی، چونکا دینے والی عجیب مگر انوکھی ہیئت کے سیاہ لانگ شوز کے ساتھ بلیک لیدر کی چمکتی چست پینٹ میں اس کی ٹانگیں انتہائی پرکشش دکھائی دے رہی تھیں۔ خون کو رگوں میں منجمد کر دینے والی سردی میں اس کے جسم سے چپکی بغیر آستینوں کی سرخ رنگ کی شرٹ دور سے ہی جھلملاتی دکھائی دے رہی تھی۔ برہنہ بازوؤں پر رنگین نقش و نگار نمایاں تھے۔ اس کے ہاتھوں اور گردن میں مختلف وضع طرز کی زنجیریں موجود تھیں اور انگلیاں خوب صورت انگوٹھیوں سے لیس تھیں۔ اس کے سرخ و سپید چہرے کے نقوش بے حد جاذب نظر اور چبھتے ہوئے تھے، جن میں نوخیزی اور معصومیت کی چمک بھری ہوئی تھی مگر اس کی آنکھیں

## قسط نمبر 1

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

معصومیت کی چمک سے عاری تھیں۔ بے شک ان بڑی بڑی شہد رنگ آنکھوں میں مدمقابل کو مبہوت کر دینے والی صلاحیت موجود تھی مگر ان میں عقاب جیسی تیزی اور عیاری موجود تھی۔ اسے دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس کا شمار ایسی مخلوقات میں ہوتا ہے جو آدھی رات میں سڑکوں پر گھومتی پائی جاتی ہیں۔ وہ مخلوقات جو بہت مخصوص اور مخصوص جگہوں پر باآسانی دکھائی دے جاتی ہیں مگر وہ ان سب سے الگ ہے اس کے ریٹ عام اسٹریٹ ورکرز سے کافی زیادہ تائی ہیں۔ شہر کے مہنگے ترین کال بوائز میں اس کا نام ٹاپ پر ہے باوجود اس کے کہ وہ کسی کے ماتحت نہیں نہ ہی اس کی بیک پر کوئی مخصوص سپورٹ ہے۔ دوسرے کئی اسٹریٹ ورکرز کی طرح سڑکوں پر گھوم پھر کر اس نے کبھی کسٹمرز کو تلاش نہیں کیا شاید وہ اس بات پر زیادہ یقین رکھتا ہے کہ پیاسا ہمیشہ خود چل کر کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ ویسے بھی وہ کافی نفیس اور نازک مزاج طبیعت رکھتا ہے۔ سڑکوں پر کسٹمرز کی تلاش میں خوار ہونے کے بعد تھکن کے باعث وہ یقیناً بہتر سروس مہیا کرنے کے قابل نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ بھی کہ اس طرح بھٹکنے کے دوران اسے غیر مہذب لوگ بھی ٹکرا سکتے تھے جب کہ ایسے لوگوں کی طرف دیکھنا بھی اس کی برداشت سے باہر تھا۔ جب مہذب اور ہائی کلاس کے افراد خود اس تک اسے ڈھونڈتے ہوئے آتے ہیں تو اسے ضرور ہی کیا تھی خواری اٹھانے کی حالانکہ اس کے کسٹمرز اس کے ریٹ سن کر تذبذب میں ضرور پڑ جاتے تھے مگر اس کی مقناطیسی شخصیت ان کو سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دیتی تھی ہر بار وہ ڈیلنگ کے دوران ہی اپنی منہ مانگی قیمت طلب کرتا تھا۔ وہ بھی کیش کی شکل میں۔ رقم کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں۔ اس کی بے نیازی اس کی شخصیت کا اہم خاصہ تھی۔ ڈیلنگ میں وہ اپنی شرائط پہلے رکھتا تھا۔ سب سے اہم تو یہی کہ وہ کسی بھی قسم کی ڈرگز اور رقص وغیرہ سے اجتناب کرتا ہے۔ کسی بھی قسم کے Violence کے خلاف وہ اپنی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔ ہر چیز میں پہلے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ اس کے پاس ایسے کسٹمرز بھی آتے تھے جن کو صرف ایک اچھے سامع کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ اچھے ماحول میں ڈنر کر سکیں۔ اپنی پرابلمز اور پرسنلز شیئر کر سکیں اور اس سب کے لیے وہ ایک آئیڈیل بوائے فرینڈ تھا۔

اسٹریٹ لائٹ کی زرد روشنی میں وہ وسلنگ کرتے ہوئے چہل قدمی کر رہا تھا۔ مہکتے بھڑکتے لباس میں اس کی چال مکمل اور خالص مردانہ تھی مگر کچھ لاابالی اور لاپروائی کا عنصر بھی موجود تھا۔ یکدم ہی چونک کر رکتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نگاہ اپنے اطراف میں دوڑائی تھی۔ ایک بار پھر اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ مسلسل کسی کی نظروں کے حصار میں ہے اور آج یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا حالانکہ اس وقت دور دور تک اس کے علاوہ کوئی آدم زاد نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ سڑک سے کبھی کوئی گاڑی گزرتی تو سناٹا چند لمحوں کے لیے ٹوٹ جاتا۔ ویسے بھی اس کڑاکے کی سردی میں کوئی اسے تکنے کے لیے وہاں نہیں رک سکتا تھا۔ سر جھٹکتے ہوئے اس نے سفید پول سے پشت ٹکائی تھی اور سینے پر بازو باندھ کر آسمان پر چھائی دھند کو دیکھنے لگا تھا۔ اس جگہ کا انتخاب اس نے ہفتے بھر پہلے ہی کیا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ کسی اور اسٹریٹ پر ہوتا تھا۔ جس پروفیشن میں وہ تھا جیلسی اور رقابت اس میں بھی موجود تھی۔ پولیس کا چھاپہ اچانک پڑا تھا۔ بروقت اگر وہ منظر سے غائب نہ ہوتا تو یقیناً کسی لاک اپ میں ہوتا۔ کچھ دن پوشیدہ رہنے کے بعد منظر پر آنے کے لیے اس نے یہ موجودہ اسٹریٹ تلاش کر لی تھی اور کافی مطمئن تھا کہ یہاں بہت خاموشی اور سکون تھا اور اس کا واسطہ بھی یہاں کافی مہذب اور ہائی کلاس کسٹمرز سے پڑ رہا تھا۔ جو کام وہ کر رہا تھا اس سے متعلق وہ کسی مخصوص یا خفیہ ایجنسی سے منسلک نہیں ہوا تھا بلکہ اپنے طور پر اپنی مرضی سے یہ کام کر رہا تھا اس لیے اپنے تحفظ اور حفاظتی اقدامات بھی اسے خود ہی کرنے پڑتے تھے اور اس میں



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

وہ کامیاب تھا۔

خوب صورت تراش خراش کے ہلکے سنہری بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ ایک بار پھر چونکا تھا۔ اس بار چونکتی نظروں سے اس نے دور کچی آبادی کی جھونپڑیوں پر نظر ڈالی تھی اور پھر اپنے دوسری جانب سڑک کے اس پار بوسیدہ عمارتوں کو بغور دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ تب ہی اس کی تیز نگاہ اس ایک عمارت پر رک گئی تھی۔ دھند اتنی بھی نہ تھی کہ کچھ دکھائی نہ دیتا۔ اس عمارت کے فلیٹس کی سب کھڑکیاں بند تھیں سوائے اس ایک کھڑکی کے جہاں اس کی عقابی نظریں جم گئی تھیں۔ وہ کھڑکی روشن تھی اس کے کھلے پٹ کے درمیان ایک انسان کا سر دکھائی دے رہا تھا مگر یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ سر کسی عورت کا ہے یا مرد کا۔ وہ سر سیاہ ہیولے کی طرح ہی ساکت نظر آ رہا تھا کچھ دیر تک وہ بھی اس سیاہ ہیولے کو دیکھتا رہا مگر پھر بھی ہیولا وہاں موجود رہا تھا۔ پول سے دور ہٹتا وہ دوبارہ چہل قدمی شروع کر چکا تھا مگر کن انکھیوں سے اس کھڑکی کی جانب بھی وقتاً فوقتاً دیکھتا جا رہا تھا۔ کھڑکی میں ہیولا اب بھی ساکت تھا اور وہ اس کی نظروں کی تپش بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

پھر بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا جب سڑک پر ایک چمچماتی کار آ کر رکی تھی جس کے شیشے بالکل سیاہ تھے۔ کار سے ایک شوفر اتر کر اس کی طرف آیا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ کار کے اندر اس کا کوئی پرانا کسٹمر موجود ہے جو ظاہر ہے کہ اس کی شرائط وغیرہ کے بارے میں جانتا ہے۔ شوفر اور اس کے درمیان کچھ جملوں کے تبادلے ہوئے اس کے بعد شوفر نے ایک خاکی رنگ کا بھاری لفافہ اسے دے دیا تھا۔ لفافہ کھول کر اس نے رقم کو دیکھا اور مطمئن ہو کر اسے اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا تھا۔ ازلی بے نیازی کے ساتھ وہ شوفر کی تقلید میں کار تک آیا تھا۔ شوفر نے پہلے ہی اس کے لیے بیک سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ کار میں بیٹھنے سے پہلے اس نے ایک آخری نگاہ سامنے اس کھڑکی پر ڈالی تھی جہاں سیاہ ہیولا اب تک موجود ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی کار تیزی سے طویل سڑک پر بھاگتی جا رہی تھی۔

جہاں تک اس کی نظریں کار کا تعاقب کر سکتی تھیں وہ اس جانب دیکھتی رہی تھی اور پھر گہری سانس لے کر دوبارہ سامنے اس پول کی جانب دیکھا تھا جہاں اب کوئی نہیں تھا۔ اس کے جانے کے بعد پول کی روشنی بھی پھیکی پھیکی دکھائی دے رہی تھی۔ اس سنسان سڑک کو رات گئے تک تکتے رہنا اس کی عادت تھی۔ سڑک سے گزرتی اکا دکا گاڑی کی آواز اسے اپنے زندہ ہونے کا احساس دلا جاتی تھی اس کے بعد پھر وہی موت جیسا ہولناک سناٹا گہرا سکوت اور کسی دوسری گاڑی کا انتظار......!

تقریباً ایک ہفتہ پہلے وہ اس کی نظروں میں آیا تھا۔ رات بارہ بجے سے ایک بجے کے درمیان وہ جانے کہاں سے اسٹریٹ لائٹ کے نیچے نمودار ہو جاتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کی حرکتیں چونکا دینے والی تھیں۔ دو راتیں گزرنے کے بعد ہی اسے مکمل یقین ہو گیا کہ وہ کس مقصد سے وہاں موجود ہوتا ہے اور یہ کہ اسے کس گاڑی کے رکنے کا انتظار ہوتا ہے۔

اس کی اپنی زندگی بہت محدود تھی۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ وہ اپنی ویران قبرستان جیسی زندگی میں سانس لیتے لیتے دنیا سے کٹ کر بالکل الگ تھلگ ہو چکی ہے اور پچھلے ایک ہفتے میں وہ یہ سوچنے پر مجبور تھی کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے اور اس کے ساتھ چلنے والے اشرف المخلوقات کہلائے جانے والے انسان کیسے کیسے راستوں سے گزر جانے کا عزم رکھتے ہیں۔ غلاظتوں سے اٹے پڑے سیاہ راستے......گھناؤنے راستے......بوجھل دل کے ساتھ اس نے آہستہ سے کھڑکی کے پٹ بند کر دیئے تھے۔

READING Section



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

☆......☆

فرش پر بچھی سفید چادر پر ہلکی سلوٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ دیوار سے پشت لگائے بیٹھی وہ ان سلوٹوں کو تک رہی تھی۔ کمرے میں پھیلی بلب کی بیمار زرد روشنی میں اور کوئی چیز تھی بھی نہیں دیکھنے کے لیے۔ اگربتی اور لوبان کی دھیمی مہک اب تک فضا میں بسی ہوئی تھی۔ اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے اپنی ڈھٹائی پر حیرت تھی اسے سمجھ نہیں آ تا تھا کہ سر سے آخری سائبان بھی چھن جانے کے بعد وہ اب تک زندہ کیسے ہے؟ اس کی نظریں کمرے میں رکھے واحد تخت تک گئی تھیں جو خالی تھا۔ اس تخت کو اب خالی ہی رہنا تھا کیونکہ جسے وہ اس تخت پر دیکھتی تھی جو اس کی ڈھارس تھیں وہ اب منوں مٹی تلے ابدی نیند جا سوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں تخت دھندلانے لگا تھا۔ اس کا دل بند ہونے لگا تھا۔ دل سے کراہیں بلند ہو رہی تھیں۔ باپ کے لیے اس نے کسی نہ کسی طرح صبر کر لیا تھا مگر ماں کے لیے اس کی روح تک تڑپ رہی تھی۔ اس کے دل سے ان سب کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں جو اس کی ماں کو اذیت میں دیکھ کر بھی انجان بنے رہے۔ انہیں تو ابھی اپنی بیٹیوں کے گھر آباد کرنا تھے ان کی خوشیاں دیکھنی تھیں مگر...... اپنے ہی دشمن نکلے۔ ننھیال ودھیال دونوں طرف سے سب دامن بچاتے رہے۔ زکوٰۃ خیرات کے قابل بھی نہ سمجھا کہ کم از کم ایک عورت کو بہتر علاج تو میسر آ جاتا۔ گرم سیال اس کے چہرے سے بہتا اس کے گریبان تک آ پہنچا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں قبر میں بھی سکون سے نہیں ہوگی۔ اس ظالم دنیا میں اپنی ناتواں بیٹیوں کو بے آسرا چھوڑ کر کس کس طرح نہ ان کی روح تڑپی ہوگی۔ آج تین دن گزر چکے تھے مگر اس کا دل اس وقت بھی ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اس کی سسکیاں دیواروں سے ٹکرانے لگی تھیں۔

"دراج......" کمرے میں بھاگی آئی رائمہ کا دل مٹھی میں جکڑا تھا۔ سرعت سے اس نے روتی بلکتی دراج کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ماں کی جدائی کا غم تو آخری سانس تک تازہ رہنا تھا مگر رائمہ کا دل چھوٹی بہن کے لیے پھٹا جا رہا تھا۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں کتنی مشقتیں کتنی اذیتیں اٹھا رہی تھی۔ اس کا بچپن، شوخیاں، شرارتیں سب حالات کی تلخیوں کی نذر ہو گئی تھیں۔ یہ ایک ستم جو ہر اذیت پر بھاری تھا تین دن سے وہ دونوں بہنیں اس کا بوجھ دل پر رکھے کیسے زندہ تھیں یہ ان کا رب ہی جانتا تھا۔ کوئی ان کے آنسو پونچھنے والا نہ تھا۔ کوئی سر پر ہاتھ رکھنے والا نہیں تھا۔ کہنے کو سب رشتے ناتے اس زمین پر تھے مگر کوئی قریب اس ڈر سے نہیں آتا تھا کہ کہیں دنیا دکھاوے کی ہمدردی بھی گلے نہ پڑ جائے۔ ایک تو اپنی جان سے گئی کہیں دو جانوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر نہ آ جائے۔

جانے کتنی دیر دونوں بہنوں کی سسکیاں کمرے میں گونجتی رہی تھیں۔ ضبط کا دامن کسی طرح تھام کر رائمہ نے اس کے آنسو بھی صاف کیے تھے اور پھر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔

"دراج! اب ہم دونوں کو ہی ایک دوسرے کو سہارا دینا ہے ورنہ ہمارے آنسو ہمارے ماں باپ کو سکون نصیب نہیں ہونے دیں گے۔ ہمیں اس سچ کو قبول کرنا ہی ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی ہمارا مددگار نہیں ہے۔ زندہ رہنے کے لیے ہمیں خود کو مضبوط کرنا ہوگا۔"

"تم اکیلی نہیں ہو میں ہوں تمہارا خیال رکھنے کے لیے، تمہاری فکر کرنے کے لیے۔ بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے تمہاری ماں ابھی زندہ ہے۔ ہمت رکھو، ایک دن سب ٹھیک ہو جائے۔" اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتی وہ نم لہجے میں اسے سمجھاتی جا رہی تھی۔

"کھانا لے آؤں تمہارے لیے؟" رائمہ کے سوال پر اس نے بس نفی میں سر ہلایا تھا۔ "سو جاؤ کچھ دیر تم تین دن سے ٹھیک طرح سوئی نہیں ہو۔" رائمہ کے محبت بھرے اصرار پر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ رائمہ نم



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

آنکھوں سے اس کے بے حد سوجے پپوٹوں اور چہرے پر پھیلے درد کے سائے دیکھتی رہی تھی۔تب ہی باہر سے پکارتی آواز پر رائمہ نے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

''رائمہ باجی! اوپر آجائیں زرکاش بھائی کا فون آیا ہے۔آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔'' دہلیز پر رکی اس کی تایازاد شہزا نے اطلاع دی تھی اور وہیں سے واپس چلی گئی تھی جب کہ دراج ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''آپ اوپر نہیں جائیں گی۔نفرت ہے مجھے ان سب کی شکلوں سے، کھا گئے میری ماں کو یہ لوگ......!''

''دراج! مجھے جانا پڑے گا زرکاش بھائی اتنی دور بیٹھے ہیں۔ان کا کیا قصور ہے؟''

''امی کے لیے ہی بات کرنا چاہ رہے ہوں گے۔نہیں جاؤں گی تو بری بات ہوگی۔''

''آتی ہوں ابھی میں۔'' رائمہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اٹھ گئی تھی۔

''یہ ماں، بیٹے، بیٹیاں سب کے سب شاطر ہیں۔خدا غارت بھی نہیں کرتا ان لوگوں کو۔'' زہر خند لہجے میں وہ غرائی تھی جب کہ رائمہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد رائمہ کی واپسی ہوئی تھی۔اس کے چہرے پر پہلے سے زیادہ حزن پھیلا تھا۔خاموشی سے وہ دراج کے پاس آبیٹھی تھی۔

''تمہارا پوچھ رہے تھے میں نے بہانہ کردیا کہ دراج ابھی سوئی ہے۔''

''بہانہ کیوں؟ سچ بتا دیتیں اسے کہ دراج اس سے بات تو کیا اس پر تھوکنا بھی گوارا نہیں کرتی۔'' وہ شدید نفرت سے بولی تھی۔

''امی، ابو اور تایا کو یاد کرکے رو رہے تھے بہت۔'' رائمہ کا لہجہ سوگوار تھا۔

''اس کے گھر والے کم ہیں ناٹک کرنے کے لیے جواب وہ فون پر ڈرامے کررہا ہے۔اس سے کہنا تھا میرے ماں باپ کو نہیں اپنے باپ کو روئے بیٹھ کر۔جن کا آخری دیدار بھی کرنا نصیب نہیں ہوا اس نامراد کو۔یورپ میں بیٹھ کر عیاشیاں کررہا ہے۔گھر والے اس کے نوٹوں پر خوب اچھل رہے ہیں۔ویسے تو کبھی خبر تک نہیں لیتا جنازے اٹھتے ہیں تو ہمدردی دکھانے کے لیے فون کرلیتا ہے۔''

''کہہ رہے تھے ہفتہ دس دن میں وہ واپس آرہے ہیں۔'' رائمہ نے بتایا تھا۔

''کیوں......! اب کس کو کندھا دینے واپس آرہا ہے؟''

''مت کرو ایسی باتیں۔'' رائمہ نے ہول کر اسے روکا تھا۔

''ہمیں ان سب نے مل کر ڈسا ہے۔میں جو بولوں کم ہے۔اس فتنے کے ہی بل بوتے پر اس کے گھر والے اس گھر کو بیچنا چاہتے ہیں۔ہم دونوں کو دربدر کرنا چاہتے ہیں اور خود جائیں گے بنگلے میں۔آئینہ دکھا دوں گی ان سب کو پوری دنیا کے سامنے اس گھر کی زمین میرے باپ کی ملکیت ہے ہماری ہے۔میرا باپ ان لوگوں کو پیر رکھنے کے لیے یہ زمین نہ دیتا تو اوپر والا پورشن کیا یہ لوگ ہوا میں بناتے؟ ابو کے لیے ڈیڑھ لاکھ علاج کی مد میں اگر ان لوگوں نے خرچ کیا تو صرف اس لیے کہ اس وقت تایا ابو زندہ تھے۔اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ڈیڑھ لاکھ دے کر انہوں نے اس زمین کی قیمت ادا کردی ہے۔میری ماں کو تڑپتا دیکھتے رہے ہیں یہ لوگ۔اذیت ہم نے اٹھائی، عیش کرتے یہ لوگ ہماری بے بسی کا تماشا دیکھتے رہے ہیں اگر آج ہم قانونی کارروائی کرنے کے قابل ہوجائیں تو اس زمین کی قیمت لاکھوں میں ہے۔ان لوگوں کے ہاتھوں سے طوطے اڑ جائیں گے۔پچھلی بار تو مجھے آپ نے روک لیا تھا مگر اب اگر تائی یا شیراز نے گھر کے معاملے کو اٹھایا



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

تو دن میں ماں، بیٹے کو تارے دکھاووں گی۔ بہت سن لیے ان کے طعنے بہت دیکھ لیے ان کے رنگ رشتوں کے نام پر سیاہ دھبہ ہیں یہ لوگ بے شرم خود غرض آستین کے سانپ......!!"

"بس کرو مت دل جلاؤ اپنا۔ اچھا ہوا پتا چل گیا کہ زرکاش بھائی آرہے ہیں۔ میں موقع دیکھ کر ان سے تمام معاملات پر بات کروں گی۔ وہ ضرور کوئی حل نکالیں گے وہ ان سب کی طرح نہیں ہیں۔"

"خوش فہمی ہے آپ کی۔ اس کی رگوں میں بھی اپنی ماں اور بھائی جیسا سیاہ خون دوڑ رہا ہے۔ اس کی ماں ہمارے سائے سے بھی بچا کر رکھے گی اسے سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہے زرکاش اپنے گھر والوں کے لیے۔ دولت کے پجاری۔" اس کے زہر خند لہجے پر رائمہ سر جھکائے خاموش ہی رہی تھی۔

☆......☆

رات کی رانی کی مخصوص پراسراری مہک ہوا کے مدھم جھونکوں کے ساتھ ہر سمت پھیلتی جا رہی تھی۔ کیاری میں بے تحاشہ کھلے نازک سفید پھولوں کے قریب گہری سانس لیتی وہ سر اٹھائے آسمان پر ٹمٹماتے لاتعداد ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔ پورے چاند کے گرد روشنی کا ایک ہالا سا بنا ہوا تھا۔ اس ہالے کے گرد پہرہ دیتے ستاروں پر اس کے قدم تھے۔ ایک تارے سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے اور پھر چوتھے......ایک ہی جست میں وہ ایک تارے سے دوسرے تارے پر قدم رکھتی چاند کا طواف کر رہی تھی۔ اس کے لبوں پر مسحور کن سی مسکراہٹ جھلملا رہی تھی۔ چاند کے گرد اس کا دوسرا پھیرا شروع ہو رہا تھا جب ایک آواز اسے زمین پر کھینچ لائی تھی۔ سرعت سے آسمان سے نگاہ ہٹاتی وہ پلٹ کر برآمدے کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ "رجاب! وہاں کیا کر رہی ہو؟ سب کھانے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ندا واپس اندر جاتی بولی تھیں۔

"آتی ہوں بھابی۔" آواز لگا کر اس نے دوبارہ آسمان کی جانب دیکھا تھا اور پھر تیز قدموں سے برآمدے کی سمت بڑھ گئی تھی۔

"آج خاص آپ کے لیے آپ کی فیورٹ سبزی بنائی ہے۔" ندا نے مسکراتے ہوئے اطلاع دی تھی۔

"واقعی؟" راسب نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا رہی تھی۔

"کہیں تم نے اپنا ہاتھ تو نہیں جلایا؟ دکھاؤ ذرا مجھے۔" راسب کی تشویش پر اس نے اپنے ہاتھ ان کو چیک کروائے تھے۔

"فکر مت کریں میں اس کے ساتھ کچن میں تھی۔ اب آپ رجاب کو زیادہ انتظار نہ کروائیں۔ یہ آپ کی تعریف سننے کے لیے بے چین ہے۔" ندا نے کہا تھا۔

"اتنی اچھی خوشبو آرہی ہے، یقیناً یہ سبزی بہت ذائقے دار ہے۔" ڈش میں سے سبزی پلیٹ میں نکالتے ہوئے راسب نے تعریفی نظروں سے بہن کو دیکھا تھا۔

"زبردست۔" پہلا لقمہ لیتے ہی وہ بے ساختہ بولے تھے جب کہ رجاب کی کانچ جیسی سبز آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"ندا! اس نے پہلی ڈش ہی اتنی عمدہ بنائی ہے اس کے ہاتھ میں تم سے زیادہ ذائقہ ہے۔" وہ ندا سے مخاطب تھے جب کہ رجاب کے لبوں پر مسکراہٹ کھل اٹھی تھی۔

"شاباش! اب کل تمہاری فیورٹ آئس کریم پکی ہے۔" اس کا سر تھپتھپا کر راسب نے مزید اسے خوش کر دیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN

PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

''لیکن بیٹا! ابھی اپنی پوری توجہ پڑھائی پر دو۔ تمہیں یاد ہے ناں مجھے اس گھر میں ایک ڈاکٹر چاہیے؟''

راسب کے تنبیہی لہجے پر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''مجھے اس دن کا انتظار ہے جب میرے سامنے تم ڈاکٹر رجاب خان بن کر آؤ گی۔'' راسب نے شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ''اور ذرا اپنی پڑھائی کے ساتھ ذرا اس نالائق پر بھی توجہ دو۔ آج بھی اس کا سارا ہوم ورک غلط تھا۔'' راسب نے ناگوار نظروں سے بیٹے کو دیکھا تھا جو منہ لٹکائے اپنی پلیٹ پر جھکا ہوا تھا۔

''کھانے کے بعد اپنا سارا ہوم ورک دوبارہ کرو، کوئی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ میں چیک کروں گا۔ سمجھے۔''

ان کی ہدایت پر رومیل نے بس خفت زدہ نگاہ ان پر ڈالی تھی۔

''آغا جان! یہ آج بھی اسکول نہیں جا رہا تھا۔ بھابی نے زبردستی اسے تیار کر کے وین میں بٹھایا تھا۔''

رجاب کی باپ کو شکایت لگانے پر رومیل نے منہ بگاڑ کر گز بھر کی زبان اسے دکھائی تھی۔

''بری بات۔ کھانا کھاؤ۔'' ندا نے اس کے سر پر چپت لگائی تھی جب کہ رجاب ہنسی روکتی کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

☆......☆

12 بج چکے تھے۔ جب اسٹریٹ لائٹ کے حصار میں ایک ٹیکسی آ کر رکی تھی۔ سیاہ ہینڈ بیگ پکڑے وہ ٹیکسی سے اترا تھا اور پھر ٹیکسی آگے بڑھ گئی تھی۔ بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے بیگ پول کے قریب ہی رکھ دیا تھا اور پول سے پشت ٹکا کر بوتل سے پانی کے گھونٹ بھرتا ارد گرد کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔ بوتل کا کیپ لگا کر وہ اسے بیگ میں رکھنے کے لیے جھکا تھا اور جھکتے ہی اس نے کچھ فاصلے پر موجود برگد کے پرانے درخت کی جانب نگاہ ڈالی تھی۔ درخت کی گھنی شاخوں تلے نیم تاریکی کا راج تھا۔ اس کے کانوں نے کوئی دھوکا نہیں کھایا تھا۔ گہری خنک خاموشی میں اسے ایک سے دو بار کسی کے لباس کی سرسراہٹیں سنائی دی تھیں۔ بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اس نے اپنی عقابی نظریں چاروں سمت دوڑائی تھیں اور پھر دبے قدموں اس درخت کی جانب بڑھا تھا۔ احتیاطاً دو چار قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے دوسری جانب سے کسی حرکت کا انتظار کیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ تنے تک پہنچتا چادر میں چھپا کوئی دوسری جانب سے نکلتا برق رفتاری سے بھاگا تھا۔ اتنی ہی برق رفتاری سے اس چادر میں چھپے وجود کے پیچھے جاتا وہ عقب سے اس کے بھاگتے پیروں پر ایک زوردار ٹھوکر لگا گیا تھا جس کے بعد وہ وجود بری طرح لڑکھڑاتا دھڑام سے زمین پر گر چکا تھا اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک تکلیف دہ نسوانی چیخ بلند ہو گئی تھی۔ وہ بھونچکا رہ گیا تھا۔ ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو گرنے کے بعد فوراً ہی سر سے اترتی چادر سنبھالتی سرعت سے اٹھی تھی اور پلٹ کر دیکھے بنا گرتی پڑتی وہاں سے بھاگتی چلی گئی تھی۔ حق دق کھڑا وہ تب تک اسے دیکھتا رہا تھا جب تک وہ سڑک کے دوسری جانب عمارت کے زنگ آلود گیٹ کے اندر غائب نہ ہو گئی۔ چند لمحوں بعد پول کی سمت الٹے قدموں جاتے ہوئے اس نے اسی عمارت کی اس مخصوص کھڑکی کی جانب دیکھا تھا جو کھلی ہوئی تھی مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ الجھی نظروں سے وہ کبھی زنگ آلود گیٹ کو اور کبھی خالی کھڑکی کو دیکھتا رہا تھا۔ اس وقت تک جب تک کوئی گاڑی اس کے لیے سڑک پر نہ رکی۔

☆......☆

چند لمحوں تک وہ بڑی سی دیگچی میں ابلتی تھوڑی سی دال کو دیکھتی رہی پھر پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑے کچن سے نکل آئی تھی۔ تھکے تھکے انداز میں وہ باہر ہی تخت کے کنارے بیٹھ گئی تھی۔ کمرے سے مشین کی تیز گھر رگھر ر



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.Paksociety.com

اس کے دماغ میں چبھ رہی تھی۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے رائمہ کو پھر سے مشین سنبھالنی پڑی تھی۔ رائمہ کا یہی ہنر تو گھر کی دال روٹی چلا تا رہا تھا۔ باپ کی طویل بیماری کے دوران حالات بہت دگرگوں نہیں تھے کیونکہ تایا کا ہاتھ ان کے سر پر تھا مگر دو سال پہلے ان کی وفات نے صحیح معنوں میں دنیا کی پہچان کروا دی تھی اور پھر ماں کی بیماریوں کی شروعات...... ان کی مہنگی دوائیں...... تائی اور ان کی اولادوں نے ہاتھ جھاڑ دیئے ان ماں بیٹیوں کی طرف سے مکمل غافل ہو گئے۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ تائی نے فرمان جاری کر دیا کہ اس کی ماں اب اپنی بیٹیوں کو لے کر بھائی کے پاس جائے۔ وہ اب ان تینوں پر اپنے بیٹے کی کمائی خرچ نہیں کر سکتی تھیں۔ رائمہ نے ان کے آگے ہاتھ پھیلانا چھوڑ دیا، محلے سے سب ہی عورتیں اپنے کپڑے اس سے سلوانے لگی تھیں مگر سلائی سے ملنے والی اجرت ماں کے علاج کے لیے ناکافی تھی۔ دراج نے دو سال پہلے میٹرک پاس کر کے کالج میں ایڈمیشن لیا تو صرف تایا کی وجہ سے مگر ان کا اچانک ہارٹ اٹیک اور وفات، اعلیٰ تعلیم کا خواب ادھورا رہ گیا۔ وہ فرسٹ ایئر کے پیپرز بھی نہ دے سکی۔ گھر کی حالت اور ماں کی بیماری نے اسے ایک گارمنٹس فیکٹری تک پہنچا دیا۔ رائمہ بہت روئی مگر کڑے وقت کے طویل سلسلے نے دراج کے دل کو سخت کر دیا تھا۔ اس نے رائمہ کی ایک نہ سنی۔ رائمہ اس کی جگہ جاب کرنا چاہتی تھی مگر دراج کو معلوم تھا کہ یہ رائمہ کے لیے بہت مشکل ہو گا۔ ماں باپ کی خدمت میں رائمہ ہمیشہ چار دیواری میں ہی رہی تھی۔ وہ میٹرک بھی مکمل نہ کر سکی تھی۔ گھر کے اندر وہ اپنی بہن کو اتنے کڑے حالات کا مقابلہ کرتے دیکھتی رہی تھی کہ اب وہ اسے گھر کے باہر دوسرے دوزخ میں جھلتا برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ رائمہ اس سے عمر میں سات سال بڑی تھی مگر کسی سات سال کے بچے کی طرح معصوم۔ اس میں اور دراج میں بہت فرق تھا۔ رائمہ کی نظر میں وہ بہت چھوٹی تھی مگر دراج جانتی تھی کہ اس کا بچپن کہیں بچپن میں ہی دفن ہو گیا تھا۔ وہ رائمہ سے کئی گنا زیادہ گہری سوچ اور گہری نظر رکھتی تھی۔

پانی کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے چونک کر مین گیٹ کی طرف دیکھا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں شاپر اٹھائے شیراز اندر داخل ہوا تھا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی دراج کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ شیراز کے تاثرات بھی اس پر نظر پڑتے ہی بگڑ گئے تھے۔ دھڑ دھڑ سیڑھیاں پھلانگتا وہ اوپر چلا گیا تھا جب کہ دراج تو پہلے ہی نفرت سے رخ پھیر چکی تھی۔ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے اس بات کو جب گھر کو فروخت کرنے کے معاملے کو لے کر بات اتنی بڑھی کہ اپنی ماں اور دراج کے درمیان ہوتی بحث میں شیراز بھی کود آیا تھا اور اتنا کھل کر سامنے آیا کہ دراج نے بھی سارے لحاظ بالائے طاق رکھ دیئے تھے اپنی ماں بہنوں کی حوصلہ افزائی پر شیراز نے کیا کچھ ان بہنوں کو نہیں کہا تھا۔ الزام دھرتے، طعنے دیتے، ذلت بھرے جملے داغتے ہوئے جب شیراز نے اس کی بیمار ماں اور خاموش کھڑی رائمہ کے لیے بھی زہر اگلنا شروع کیا تو دراج کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس کے جو منہ میں آیا وہ جوابی کارروائی میں بولتی چلی گئی۔ اس سے پہلے کہ بات ہاتھا پائی تک پہنچتی رائمہ نے کسی طرح کھینچ کھانچ کر زبردستی اسے کمرے میں دھکیلا اور باہر سے لاک کر دیا تھا۔ اس وقت وہ اپنی تائی اور ان کی اولادوں سے زیادہ دراج کے تیوروں پر خوفزدہ تھی اگر وہ اسے کمرے میں بند نہ کرتی تو شیراز اسے مارتا یا پھر وہ شیراز پر ہاتھ اٹھالیتی اور اس کے بعد رائمہ کو یقین تھا کہ دونوں صورتوں میں ان ماں بیٹیوں کو ہاتھ پکڑ کر نہیں دھکے دے کر گھر سے بے دخل کر دیا جاتا۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ صبر و تحمل کے ساتھ سر جھکا کر تائی اور ان کی اولادوں کی چیخ پکار اور بھڑاس کو سنتی رہتی۔ ان کے گنوائے جانے والے احسانات پر ان سے ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگتی اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

تخت سے اٹھ کر وہ کمرے میں رائمہ کے پاس آ بیٹھی تھی۔ مشین روک کر رائمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ نے ٹھیک کہا تھا آ گئی ہے سونے کا انڈا دینے والی مرغی...... جب ہی تو وہ آوارہ کسی کام نہ کاج کا، اندر باہر کے چکر لگا رہا ہے بھائی کی سیوا کے لیے۔ آخر بھائی کے ٹکڑوں پر ہی تو پل رہا ہے۔ اتنا تو کرنا ہی پڑے گا۔'' وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔

وہ فجر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ جب باہر شور ہوا تھا۔ شاید اچانک آئے تھے یا پھر تائی کو ان کی آمد سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ آوازوں سے تو کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔'' رائمہ نے کہا تھا۔

''فجر میں آئے تھے مگر اب تو دن چڑھ آیا ہے۔ فون پر تو بہت مگر مچھ کے آنسو بہا رہے تھے۔ ملنے نہیں آئے آپ کے زرکاش بھائی؟ یا سب کی سن کر ان کی زبانیں اپنے منہ میں ڈال کر آئیں گے۔ ویسے اگر ہمارے خلاف کان بھرے بھی جا رہے ہیں تو مجھے نہیں لگتا کہ اگلے ایک ہفتے تک بھی وہ سیڑھیاں اتر کر ہم تک آ سکیں گے۔''

''خاموش رہو، بہت بڑے ہیں وہ تم سے۔ ان کے سامنے ایسی کوئی بات نہ کرنا کہ وہ ہم سے بدظن ہو جائیں۔'' رائمہ نے ٹوکا تھا۔

''مجھے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کی ماں بہنیں اور بھائی بخوبی یہ کام کر رہے ہوں گے مگر آپ غور سے سن لیں اگر آپ سیڑھیاں چڑھ کر اس سے ملنے خود گئیں تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی اور آپ جانتی ہیں میں جو کہتی ہوں وہ کرتی بھی ہوں۔'' اس کی دھمکی پر رائمہ خاموش رہی تھی۔

''میں کل سے فیکٹری جا رہی ہوں۔'' اس کی اطلاع پر کپڑے کی تہہ لگاتی رائمہ چونکی تھی۔

''اب کس کے لیے کام کرنے باہر جاؤ گی؟ نہ ڈاکٹر کی فیس، نہ دواؤں کی اب ضرورت ہے۔'' رائمہ کا لہجہ نم تھا۔

''بجلی اور گیس کے آدھے بل جو اوپر بیٹھے فرعونوں کو دینے ہیں ہر مہینے۔ کہاں سے آئیں گے اس کے لیے روپے؟''

''فکر مت کرو، اللہ کا شکر ہے سلائی سے اتنے پیسے ہر ماہ بن جائیں گے۔ دو وقت کی روٹی بھی کسی نہ کسی طرح اس میں پوری ہو رہی ہے اور کیا چاہیے؟'' رائمہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی تھی۔

''مگر میں صرف دو وقت کی روٹی کھانے کے لیے زندہ نہیں ہوں۔ حال تباہ ہو گیا مگر مستقبل کسی قیمت پر تباہ نہیں ہوگا۔ اپنے لیے مجھے سب کچھ چاہیے۔ وہ سب کچھ جو میں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔'' اس کے مضبوط لہجے میں چھپے عزم اور چہرے کے تاثرات نے رائمہ کو ساکت کر دیا تھا۔ اس وقت دراج اپنی عمر سے کئی سال بڑی نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی اور یہی چمک رائمہ کو اس سے خوفزدہ کر دیا کرتی تھی۔

☆......☆

چند دنوں کی نزل کو گود میں اٹھائے وہ ندا کے قریب آ بیٹھی تھی۔

''بھابی! یہ اتنی پیاری ہے کہ میرا دل ہی نہیں کرتا اسے گود سے اتارنے کے لیے۔ کالج میں بھی دل نہیں لگتا میرا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کروں۔'' بچی کے چہرے کو چومتی وہ بے بسی سے بولی تھی۔

''اب یہ مت کہنا کہ میں تمہارے آغا جان سے سفارش کروں کہ تم کل کالج نہیں جانا چاہتیں۔ بہت غصہ کریں گے وہ پہلے ہی میری وجہ سے تمہاری دو چھٹیاں ہو چکی ہیں۔ تم کالج سے آ کر سارا وقت اسے اپنے ساتھ لگائے رکھو کوئی تمہیں منع نہیں کر رہا۔'' ندا نے نرم لہجے میں اسے سمجھایا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

''ٹھیک ہے۔'' ناچار دل پر جبر کرتی وہ چونک کر کمرے میں داخل ہوتے راسب کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
''بس تمہیں یہ ایک کھلونا مل گیا ہے۔ سارا وقت اسی میں لگی رہتی ہو۔ کتابوں کو بھی بھلا دیا ہے۔'' راسب کے ناراض انداز پر وہ چور سی بن گئی تھی۔
''حاذق کا فون آیا تھا کل آ رہا ہے وہ۔'' کرسی پر براجمان ہوتے وہ ندا سے مخاطب ہوئے تھے۔
''یہ تو اچھی بات ہے۔ پانچ سال بعد وہ یہاں آ رہا ہے۔'' ندا بولی تھیں۔
''کل شام کو تایا جان کی طرف جاؤں گا۔ تم تو جا نہیں سکتیں میں رجاب کو ساتھ لے جاؤں گا۔''
''آغا جان! آپ چلے جائیے گا۔ میں چلی جاؤں گی تو بھابی اکیلی یہاں......''
''تم سے کسی نے کچھ پوچھا ہے؟'' راسب کے سخت لہجے پر اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔
''یہ بعد میں میرے ساتھ چلی جائے گی۔ وہاں کوئی اس کا ہم عمر نہیں اس لیے جانے سے کتراتی ہے۔'' ندا نے اس کی طرف داری میں کہا تھا۔
''وہاں اس کا کوئی ہم عمر نہیں ہے تو کیا ہوا۔ وہاں سب جان چھڑکتے ہیں اس پر۔ پانچ سال بعد حاذق آ رہا ہے۔ اس سے ملنے صرف میں جاؤں۔ یہ اچھا لگے گا؟'' وہ ندا پر برس پڑے تھے۔ جب کہ رجاب چپکے سے اٹھتی کمرے سے نکل گئی۔ راسب کے غصے سے اس کی جان جاتی تھی۔
''ہزار بار تم سے کہا ہے کہ جتنی بات اس کے سامنے کرنی ہو اتنی ہی کیا کرو۔ ٹھیک ہے کوئی نہ جائے میں تنہا ہی چلا جاؤں گا۔'' ان کا خاندانی جلال بیدار ہو چکا تھا۔ کچھ کہنا اب بے کار تھا سو ندا نہ چاہتے ہوئے بھی خاموش رہی تھیں۔ شوہر کی ایک یہی عادت ان کو کھٹکتی تھی کہ اپنے سامنے وہ کسی کی نہیں سنتے تھے۔

☆......☆

پول سے پشت ٹکا کر اس نے لائٹر جلایا تھا اور پھر سگریٹ سلگاتے ہوئے رک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو دھیرے دھیرے کچھ رک کے قدموں سے اسی جانب آ رہی تھی۔ لائٹر جھٹک کر بجھاتا وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا جو بالکل سامنے آ رکی تھی۔ بلاخوف وخطر اس لڑکی کی نظریں اس کی گردن میں سجی زنجیروں سے گزر کر اس کے بازوؤں سے پھسلتیں ہاتھوں میں چمکتی آرائشی چیزوں پر آ کر ٹھہر گئی تھیں۔ دوسری جانب وہ بڑے صبر اور خاموشی سے کھڑا بے نیاز بظاہر نظر آ رہا تھا۔ لڑکی دور دور سے ہی اس کے گرد ایک چکر کاٹ کر دوبارہ سامنے آ رکی تھی اور پھر عجیب نگاہوں سے اس کے شوخ بھڑکتے لباس کا جائزہ لینے لگی تھی اور اسی دوران وہ مکمل یقین کر چکی تھی کہ ارد گرد جو مسحور کن خوشبو پھیلی ہے وہ اسی عجیب مخلوق کے وجود سے پھوٹ رہی ہے۔ دوسری طرف سگریٹ کے گہرے کش لیتا وہ بغور اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے کے علاوہ سب کچھ گرم چادر میں قید تھا۔
''دور سے نظارے کر کے دل نہیں بھرتا جو دوبارہ یہاں آ گئی ہو؟'' ناگوار لہجے میں پہلی بار وہ اس سے مخاطب تھا جو پلکیں جھپکتی اس کے چہرے کو ہی تک رہی تھی۔
''سیدھی طرح نو دو گیارہ ہو جا پیاری۔'' کڑی نظروں سے اسے دیکھتا وہ غرایا تھا۔
''سنو!'' لڑکی بے خوفی سے دو قدم اس کی جانب بڑھی تھی۔ ''کیا تم ''وہ'' ہو؟''
اس کے پرتجسس لہجے سے زیادہ وہ اس کے سوال پر چونکا تھا۔
''وہ کون؟'' اس کے جھڑکنے والے انداز پر جواباً لڑکی کچھ کہتے کہتے رکی تھی۔ شاید زبان سے وضاحت کرنے میں وہ تذبذب کا شکار تھی۔ اس لیے اپنے چادر میں چھپے ہاتھ باہر نکال کر اس نے یک لخت اپنی دونوں



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.Paksociety.com

ہتھیلیاں دوبارہ آپس میں ٹکرائی تھیں۔ دوسری جانب وہ ایک پل کے لیے دنگ ہوا تھا مگر دوسرے ہی پل ایک جھٹکے سے سگریٹ پھینکتے ہوئے وہ جارحانہ انداز میں اس لڑکی کی طرف بڑھا تھا مگر لڑکی ہوشیار تھی۔ بروقت سرپٹ وہاں سے بھاگتی چلی گئی تھی۔ بمشکل ضبط کے ساتھ اپنی جگہ رکا وہ خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا جو زنگ آلود گیٹ کے اندر سے جھانک رہی تھی۔ وہ چاہتا تو با آسانی اسے یہیں قابو کر لیتا مگر اسے ضبط کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا کیونکہ وہ لڑکی تو اس کا ایک ہاتھ بھی برداشت کرنے کے قابل دکھائی نہیں دیتی تھی اور پھر وہ اپنے آپ کو بھی کسی مصیبت میں گرفتار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اب بھی گیٹ سے جھانک رہی تھی جب کہ اسے نظر انداز کرتا وہ اس گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو قریب آ کر رکی تھی۔

☆......☆

سلائی مشین ایک طرف کرتی وہ تھکے تھکے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شام کے چھ بج رہے تھے۔ دراج کے واپس آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ آتے ہی اسے پہلے کھانا چاہیے ہوتا تھا۔ صبح فیکٹری جاتے ہوئے اس نے رائمہ سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ہرگز زرکاش سے ملنے اوپر والے پورشن میں نہیں جائے گی۔ دراج بہن کی فطرت جانتی تھی۔ اس لیے صبح جاتے جاتے بھی وعدہ یاد دلاتی گئی تھی۔

زرکاش سے ملنے کے لیے کوئی نہ کوئی آ رہا تھا۔ یہ سلسلہ کل شام سے ہی جاری تھا۔ آخر دس سال کے طویل عرصے کے بعد وہ وطن واپس آیا تھا۔ رائمہ سارا دن کمرے میں سلائی میں مصروف رہی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ منتظر ہی رہی تھی کہ اوپر سے اسے کوئی بلانے آ جائے یا زرکاش خود ہی تعزیت کے بہانے نیچے آ جائے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ رائمہ کو کسی سے اب اچھائی کی امید نہیں رہی تھی اس لیے زیادہ اس چیز کا اسے دکھ بھی نہیں تھا۔

کل کی دال ایسے ہی رکھی تھی اس میں تھوڑا پانی ڈال کر اس نے ہلکی آنچ پر گرم کرنے کے لیے رکھ دی تھی۔ ابھی وہ آٹا گوندھنے کا ارادہ ہی کر رہی تھی جب اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی تھی۔ ایک پل کو تو اسے اپنی سماعتوں پر شک ہوا تھا مگر جب دوبارہ نامانوس آواز کے ساتھ ہی اسے کچن سے باہر دیکھنا پڑا تھا۔ فوری طور پر وہ صحن میں کھڑے شخص کو واقعی نہیں پہچان سکی تھی۔

''رائمہ! کیا پہچانا نہیں مجھے؟'' بھاری گھمبیر لہجے نے رائمہ کے ہاتھ پیر پھلا دیے تھے۔ بمشکل چہرے پر مسکراہٹ کھینچ کر لائی وہ اس کی جانب بڑھی تھی۔ رائمہ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے زرکاش نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ رائمہ کا دل بھر آیا تھا وہ نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

''کیسی ہو تم اور دراج کہاں ہیں؟'' اس کے سوال پر وہ کچھ بول نہیں سکی تھی۔ سر جھکائے وہ بمشکل اپنے آنسو روکنے کی کوشش میں تھی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اگر اوپر سے کسی نے زرکاش کے سامنے اسے آنسو بہاتے دیکھ لیا تو سو باتیں سوچی جائیں گی۔ جن میں سے ایک بھی اچھی نہ ہو گی۔

''حوصلہ رکھو، تم اور دراج میری ذمہ داری ہو، میں ہوں یہاں تم دونوں کے ساتھ۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں یہ مت سوچنا کہ تم تنہا ہو۔ چچا، چچی اور ابو کی جدائی کا غم ہم سب کا غم ہے۔ ہم مل کر یہ سارے غم بانٹیں گے۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں ان تینوں کا آخری دیدار تک نہ کر سکا شاید میں ہی بہت زیادہ گناہ گار ہوں کہ اپنی اتنی پیاری ہستیوں سے دور رہا۔'' شدید مضطرب اور افسردہ لہجے میں وہ بول رہا تھا۔ رائمہ کے کان ترس رہے تھے اپنائیت بھرے چند لفظوں کو سننے کے لیے۔ زرکاش نے سر پر ہاتھ رکھا تو دل کو ایک ڈھارس سی ملی تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

www.Paksociety.com

''بھائی! آپ بیٹھ جایئے۔'' خود کو سنبھالتے ہوئے رائمہ نے تخت کی جانب اشارہ کیا تھا۔
''میں آپ کے لیے چائے لے آتی ہوں پہلے۔''
''نہیں رائمہ! اپنا ہی گھر ہے بعد میں چائے ہی نہیں کھانا بھی کھاؤں گا۔ تم بیٹھ جاؤ۔'' زرکاش نے اسے بیٹھنے کا اشارہ بھی کیا تھا۔ ایک پل کو وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئی تھی مگر پھر تخت کے دوسرے کنارے پر سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔
''رائمہ! یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب تو نہیں ہے مگر بہت ساری باتیں مجھ تک پہنچی ہیں لیکن میں نے بس ایک طرف کی باتیں سنی ہیں، اس لیے میں صحیح غلط کے بارے میں نہیں جانتا۔'' زرکاش نے چند لمحوں کا توقف کیا تھا۔ ''کیا یہ سچ ہے کہ دراج نے امی اور شیراز سے بدتمیزی کی تھی؟'' زرکاش نے اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔
''جی ہاں اس نے ایسا کیا تھا جس کے لیے میں نے تائی امی اور شیراز سے معافی مانگی تھی لیکن آپ کو یہ نہیں پتا ہوگا شاید آپ ان وجوہات سے بھی بے خبر ہوں جن کی بنا پر دراج زبان کھولنے پر مجبور ہوئی تھی۔''
''میں تم سے ان وجوہات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔'' زرکاش نے درمیان میں کہا تھا۔
''میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ یہ سچ ہے کہ آپ سب کے بہت احسانات ہیں ہم پر، جب تک تایا ابو رہے سب کچھ ٹھیک رہا۔ ان کے بعد سب نے ہی قدم پیچھے ہٹا لیے۔ امی دن بدن بیمار ہوتیں بستر سے جا لگیں۔ ان کے علاوج معالجے کے لیے مجھے گھر کی ایک ایک چیز فروخت کرنی پڑی تھی۔ آپ خود اندر جا کر چیزیں گن سکتے ہیں۔ یہ تائی امی کا احسان تھا کہ امی کے لیے انہوں نے میرے ہاتھ پر پانچ ہزار روپے رکھے تھے۔ امی دو سال تک بیماری کی حالت میں رہیں۔ پانچ ہزار تو چند دن میں ہی ختم ہو گئے تھے۔ سب کچھ برداشت ہو جاتا ہے مگر اپنوں کی نفرت اور بیزاری نہیں۔ امی کی زندگی میں ہی ہمیں بوجھ قرار دے دیا گیا۔ ہم سے کہہ دیا گیا کہ اس گھر میں اب ہمارا کوئی حصہ نہیں۔ یہ گھر فروخت ہو گیا تو ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا یہ پرواہ کسی کو نہیں۔ دراج سے یہی سب برداشت نہیں ہوا تھا اس گھر میں امی، ابو کی خوشبو ہے۔ یہاں سے ہمیں نکل جانے کا حکم دیا جائے گا تو کیا گزرے گی دل پر یہ محسوس کرنے کا کسی کے پاس وقت نہیں۔'' سر جھکائے وہ لرزتے لہجے میں بولتی چلی گئی تھی۔ دوسری جانب زرکاش بالکل خاموش تھا کیونکہ وہ اپنی ماں کو بہتر جانتا تھا۔ اسے پتا تھا کہ وہ اپنے دیور کے بیوی بچوں سے شروع سے ہی خار کھاتی ہیں۔
''یہ ٹھیک ہے کہ میرا ارادہ تھا اس جگہ سے نکل کر سب کسی اچھے علاقے میں شفٹ ہو جائیں، مجھے یہاں ایک گھر خریدنا ہی تھا مگر میری نیت یہ بالکل نہیں تھی کہ چچی تم اور دراج کو الگ کر دیا جائے۔ میں تم سب کو اس گھر میں شفٹ کرنا چاہتا تھا جو مجھے خریدنا تھا۔ ہر کوئی یہاں الگ الگ باتیں کر رہا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا یہاں حالات اتنے کیوں بگڑ گئے ہیں، مجھے معلوم ہے ان حالات میں میرے گھر والوں کا اہم کردار رہا ہوگا۔ تم شاید یقین نہ کرو مگر چچا کے گزر جانے کے بعد میں نے سب سے ہر بار یہی کہا کہ چچی کا خیال رکھیں۔ مجھے ان کی بیماری کی اطلاع ملی تو میں نے تم سے بھی بات کی تھی۔ امی کو بار بار یہی تاکید کی تھی کہ چچی کے علاج میں کوئی کمی نہ چھوڑیں۔ روپوں کی فکر نہ کریں۔ جس وقت جتنی رقم چاہیے مجھے بتائیں۔''
''بھائی! آپ ان الجھنوں میں خود کو پریشان نہ کریں۔ میری ماں اتنی ہی زندگی لے کر آئی تھیں۔ تائی امی نے جتنا کچھ ہمارے لیے کیا وہ بہت ہے۔ ان کے بس میں جتنا تھا انہوں نے کیا۔'' رائمہ نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

''ہاں وہ تو نظر آ رہا ہے۔'' زرکاش کا لہجہ سپاٹ تھا۔ رائمہ چپ رہی تھی۔

''بہر حال اس گھر کو فروخت کرنے کا ارادہ میں پہلے ہی ترک کر چکا تھا۔ تمہارے اور میرے باپ نے مل کر اس گھر کو بنایا تھا۔ ہمارے پاس یہ گھر ان کی نشانی ہے۔'' زرکاش کے قطعی لہجے پر وہ شدید بے یقینی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''اس گھر پر تمہارا اور دراج کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ باقی سب کا ہے۔'' زرکاش نے مزید کہا تھا۔ ''دراج کہاں ہے؟ کیا وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتی؟''

''وہ آپ سے کیوں نہیں ملنا چاہے گی؟''

''اس کے گھر آنے کا وقت ہو چکا ہے بس آتی ہی ہو گی۔''

''کہاں گئی ہے وہ؟''

''وہ جاب کرتی ہے ایک فیکٹری میں۔''

''فیکٹری میں جاب؟'' وہ ششدر رہ گیا تھا۔ ''کب سے جاب کر رہی ہے وہ؟''

''تایا ابو کی وفات کے بعد سے ہی۔''

''مگر اس کی پڑھائی؟''

''وہ زیادہ دن کالج نہیں جا سکی۔ گھر کے حالات ایسے تھے کہ اسے یا مجھے گھر سے باہر نکلنا ہی تھا۔ میری سلائی سے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ امی کی دوائیوں کے لیے زیادہ روپے چاہیے تھے پھر تائی امی نے بھی کہہ دیا تھا کہ مہنگائی بہت ہے۔ بجلی، گیس کے بل کے لیے مجھے دو ہزار روپے ان کو بھی ہر ماہ دینے ہوتے ہیں۔''

رائمہ کے اس انکشاف پر وہ سناٹے میں آ گیا تھا۔ اب اسے سمجھ آ رہا تھا کہ اس کی ماں، بہنیں کیوں کل سے اب تک نیچے آنے سے روکتی رہی تھیں۔ اب وہ اپنی غفلت پر شرمسار بیٹھا تھا۔ دس سال پہلے یہاں سے جاتے ہوئے وہ بہت ذمہ دار نہیں تھا مگر پردیس میں وقت کے ساتھ ساتھ اسے رشتوں کی قدر و اہمیت بہت ہو گئی تھی۔ چچا کے بعد باپ کے بھی گزر جانے کے بعد اسے ان کے مقام مل گئے تھے۔ یہ سب اس کی ذمہ داری تھی اور وہ سب کے لیے بہت کچھ اچھا کرنے کے ارادے ساتھ لے کر آیا تھا مگر یہاں سب کچھ ویسا نہیں تھا جیسا اس نے سوچا تھا۔ کچھ بھی کہے بغیر وہ تخت سے اٹھ کر کمرے کی جانب چلا گیا تھا۔ دونوں کمروں کا جائزہ لینے کے بعد اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔ کمرے کے باہر رکی رائمہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی جو نظر نہیں ملا پا رہا تھا۔ اس کے تاثرات بے انتہا سنجیدہ تھے۔

''کیا آپ دوبارہ واپس چلے جائیں گے؟'' رائمہ کے سوال پر زرکاش نے اسے دیکھا تھا۔

''نہیں، ابھی یہاں بہت سے کام کرنے ہیں بہت سی ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں۔ مزید غفلت برت کر میں کیا چہرہ دکھاؤں گا روزِ آخرت اپنے باپ اور چچا کو......'' بوجھل لہجے میں بولتا وہ رکا تھا اس کی نظروں کے تعاقب میں پلٹ کر رائمہ نے صحن میں آتی دراج کو دیکھا تھا۔

''یہ دراج ہے، آپ تو اسے پہچان بھی نہیں پا رہے ہوں گے۔'' زرکاش کی حیران نظروں پر رائمہ مسکرائی تھی اور پھر دراج کی طرف بڑھی تھی۔

''بھائی تمہارا پوچھ رہے تھے اور پتا ہے بھائی کہہ رہے ہیں وہ اس گھر کو بالکل فروخت نہیں کریں گے۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ہمیں اس گھر سے کوئی بے دخل نہیں کر سکتا۔'' رائمہ کے دبے دبے لہجے میں خوشی نمایاں تھی۔ اس کی نم آنکھوں سے نظر ہٹا کر دراج نے پھر اسے دیکھا تھا جو قریب آ گیا تھا۔

''تم اب فیکٹری نہیں جاؤ گی۔ تمہیں پڑھنا ہے۔'' دراج کے چہرے کی معصومیت اور سنجیدگی نے زرکاش کے دل کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے باپ اور چچا کے چہرے آ گئے تھے۔

''جو کچھ ہو چکا ہے اور جو غفلت برتی گئی ہے اس کے لیے میں تم دونوں سے معافی مانگتا ہوں۔ میں اب تم دونوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔'' بھنچے لہجے میں زرکاش نے کہا تھا اور خاموشی سے ایک ٹک اپنی جانب دیکھتی دراج کو اس نے سینے سے لگا لیا تھا۔

''جب تک میں زندہ ہوں خود کو یتیم مت سمجھنا، تم دونوں میرا خون ہو۔ شزا اور شنذرا سے کسی طور تم دونوں کی اہمیت کم نہیں۔'' بھاری لہجے میں وہ بول رہا تھا مگر دراج کا سارا دھیان اس کے لباس سے پھوٹتی مسحور کن قیمتی پرفیوم کی مہک پر تھا۔ رخسار کے نیچے دبا اس کے گریبان کے نفیس کپڑے کی قیمت کا اندازہ لگانا اس کے لیے مشکل تھا۔

دھیرے سے پیچھے ہٹتے ہوئے اس کی چمک اٹھنے والی تیز نگاہیں زرکاش کے ہاتھ میں موجود رسٹ واچ کا برانڈ پہچان گئی تھیں۔ وہ خواب و خیال میں بھی اس برانڈ ڈ رسٹ واچ کو چھونے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ زرکاش، رائمہ سے کیا کہہ رہا تھا اس نے نہیں سنا تھا، سر جھکائے وہ ان دونوں سے دور ہوتی کمرے میں چلی گئی تھی۔

''رواج شاید مجھ سے بھی ناراض ہے۔'' اس کا خاموشی سے چلے جانا زرکاش نے بہت محسوس کیا تھا۔

''ایسا نہیں ہے دراصل وہ پہلی بار آپ سے اس طرح ملی ہے تو بات کرتے ہوئے شرما رہی ہے ورنہ یہ بہت بولتی ہے۔'' رائمہ شرمندہ ہوتی صفائی دینے لگی تھی۔

''تم اسے سمجھا دینا اسے فیکٹری بالکل نہیں جانا ہے۔'' زرکاش کی تاکید پر اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''وہ بہت چھوٹی ہے اس کی عمر پڑھنے کی ہے نوکریاں کرنے کی نہیں۔'' وہ مزید بولا تھا تب ہی سیڑھیوں پر آتی شزا نے زرکاش کو پکارا تھا۔

''بھائی! امی بلا رہی ہیں، ماموں کب سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' بہن کے ناراض لہجے پر وہ رائمہ سے اجازت لیتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

☆......☆

گیٹ کھولتے ہوئے ندا خوشگوار حیرت سے دوچار ہوئی تھیں۔

''حاذق! تم اتنی اچانک یہاں......!''

''بھابی! حاذق نام کی خوشی اچانک ہی آتی ہے اور قسمت والوں کے لیے آتی ہے۔'' شوخی سے بولتے ہوئے اس نے سر جھکایا تھا۔

''جیتے رہو۔'' اس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں ندا کھلکھلائی تھیں۔

''میں نے سوچا خود ہی جا کر آپ سے دعائیں لے لوں اور بھائی جان کو ایک بار پھر ترقی مل جانے پر مبارکباد دے دوں۔'' اس کے شرارتی لہجے پر ندا مزید ہنسی تھیں۔

''وہ ابھی بینک سے نہیں آئے۔ تھوڑا انتظار کر لو اور یہ بتاؤ تم اکیلے آ گئے ہو ہم تو یہی سمجھے تھے کسی انگریز دلہن کو ساتھ لاؤ گے۔''

''فکر مت کریں، تنہا آیا ہوں مگر تنہا جاؤں گا نہیں۔'' ان کے ہمراہ گھر کے اندر جاتا وہ بولا تھا۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمہاری شادی ہو جائے گی تو تایا جان اور تائی جان اس آخری ذمہ داری سے فارغ ہو جائیں گے۔ حاذق! تم ذرا جا کر بیٹھو میں بس دو منٹ میں آتی ہوں۔ رومیل مدرسے سے آنے والا ہے اس کے لیے پراٹھا تیار کر رہی تھی۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

"ہاں ضرور، آپ اپنا کام کرلیں۔ میری فکر نہ کریں۔" حاذق نے فوراً ہی کہا تھا جب کہ ندا تیز قدموں سے کچن کی طرف چلی گئی تھیں۔

وہ ٹہلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا جہاں ملگجا اندھیرا پھیلا تھا۔ دروازے کے ساتھ ہی سوئچ بورڈ پر ہاتھ بڑھا کر اس نے لائٹس آن کر دی تھیں۔ بے خیالی میں صوفوں کی جانب بڑھتا وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔ آنکھیں چندھیا سی گئی تھیں۔ آف وہائٹ لبادے میں نمایاں ہوتا اس کا دودھیا وجود سرخ کارپٹ پر بے سدھ نظر آ رہا تھا۔ سرخ رنگ کے فلور کشن پر اس کے ریشمی چمکتے بال بکھرے ہوئے کچھ شریر لٹیں اس کی گردن سے لپٹی تھیں اور کچھ شانے پر اور اس کا خوابیدہ چہرہ...... حاذق پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔ دل کی دنیا درہم برہم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ لانبی گھنی پلکوں پر اس کا دل ٹھہر گیا تھا۔ گلابی چہرے کی شفاف جلد پر اس خواب کا سحر چمک رہا تھا جو گھنی پلکوں تلے گزر رہا تھا۔ نازک سی کھڑی ناک کے نیچے ترشے لب گلاب کی نازک پنکھڑیوں جیسے مخملی تھے، گہری سانسوں کے زیر و بم حاذق کی سانسوں کو روک گئے تھے۔ وہ اس حسین ساحرہ کے سحر میں قید ہوتا جا رہا تھا جو اپنے آپ سے بھی غافل تھی۔ قدم قدم پر اس نے حسین چہرے دیکھے تھے مگر یہ چہرہ اس کے جسم و جان کو اپنے طلسم میں جکڑ گیا تھا۔ اس کے نازک وجود میں پورے چاند کی چاندنی گھلی ہوئی تھی۔ سنگِ مرمر جیسے حسین تراشے وجود کے پیچ و خم دنیا سے غافل کر رہے تھے۔ اسے چھونے کی محسوس کرنے کی خواہش شدت سے دل میں جاگی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ رہے سہے حواس بھی کھو بیٹھتا ندا کی تیز آواز نے اس پر طاری سحر کو توڑ دیا تھا۔

"رجاب! اٹھو یہاں سے، جہاں دل چاہتا ہے پڑ کر سو جاتی ہو۔ اٹھو فوراً......!" غصے کو بمشکل روکنے کے باوجود انہوں نے انتہائی سخت لہجے میں رجاب کو شانوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ عجلت میں انہوں نے رجاب کو نیند سے ٹھیک طرح بیدار ہونے کا موقع بھی نہیں دیا تھا۔ وہ نیند میں ڈول رہی تھی۔ جب ندا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا تھا۔ حاذق کی آنکھیں اس پر ساکت تھیں۔ جس کی نیم وا سبز آنکھیں بس ایک لمحے کے لیے حاذق کی جانب اٹھی تھیں۔ سوئی سوئی آنکھوں کے گلابی ڈورے حاذق کا دل سینے سے کھینچ لے گئے تھے۔ وہ ٹھیک طرح اس کے سحر سے آزاد بھی نہیں ہو پایا تھا باوجود اس کے کہ ندا اسے ڈرائنگ روم سے لے جا چکی تھیں۔ وہ اپنے حواسوں میں ہوتا تو یقیناً سمجھ جاتا کہ ندا اسے رجاب کے پاس یوں کھڑا دیکھ کر شدید ناگواری میں مبتلا ہوئی ہیں۔

"معاف کرنا حاذق! مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ بے وقوف لڑکی اپنے کمرے سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ گئی ہے ورنہ میں پہلے ہی اسے جگا دیتی۔" کچھ دیر بعد ڈرائنگ روم میں آتیں ندا نے نہ چاہتے ہوئے بھی معذرت کی تھی مگر حاذق نے جیسے سنا ہی نہ تھا۔

"بھابی! یہ رجاب پانچ سال میں اتنی بڑی ہو گئی ہے۔ میں بالکل بھی اسے پہچان نہیں سکا۔" حاذق کو اپنی ہی آواز اجنبی لگی تھی۔

"لڑکیوں کا پتا ہی کہاں چلتا ہے۔ اچانک ہی قد نکال لیتی ہیں۔" زبردستی مسکراہٹ چہرے پر لا کر ندا ٹالنے والے انداز میں بولی تھیں اور پھر فوراً ہی باتوں کا رخ بدل دیا تھا۔ کچھ دیر بعد راسب بھی آ گئے تھے۔ ان سے باتیں کرتا وہ بالکل غائب دماغ تھا۔ آنکھیں بس دوبارہ اسے سامنے دیکھنے کی منتظر تھیں۔ شدت سے وہ

READING Section



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.Paksociety.com

پھر اس کے دیدار کا منتظر تھا۔ چائے کا دور چل رہا تھا۔ جب اس کے بے چین دل کی خواہش پوری ہوئی۔ ڈرائنگ روم میں وہ جھکتی ہوئی داخل ہوئی تھی۔ شرمیلی سی مسکان لبوں پر سجائے اس نے حاذق کو سلام کیا تھا اور ندا کے پہلو میں جا چھپی تھی۔ حاذق کے تو دل پر ایک بار پھر قیامت گزر گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے اس کے توبہ شکن جلوے حواس گم کر گئے تے مگر اب...... ہلکے آسمانی رنگ کے لباس میں سر پر سلیقے سے دوپٹہ جمائے جھکی نظروں سے سامنے آتی وہ جنت کی حور لگ رہی تھی۔ اس کی آواز سماعتوں میں رس گھول گئی تھی۔ حاذق کے لیے بہت مشکل تھا اس کے چہرے سے نظر ہٹانا یا اس سے لاتعلق رہنا، اس کی جھجک اور حیا کو محسوس کرنے کے باوجود وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھا سو راسب اور ندا سے باتوں کے دوران وہ اسے بھی مخاطب کرتا رہا تھا۔ اس کی اسٹڈیز کے حوالے سے چھوٹے چھوٹے سے سوال، جس کے جواب وہ بہت مختصراً اور جھینپے انداز میں دیتی اس کی کیفیات اور جذبات سے قطعی انجان اور بے نیاز تھی۔

☆......☆

آج رات بھی سردی کڑا کے کی تھی مگر پتا نہیں وہ کس مٹی سے بنا تھا، سرد ہواؤں سے بے نیاز معمول کی طرح پول سے پشت لگائے اطمینان سے کھڑا تھا۔

سگریٹ کا آخری کش لے کر بجا سگریٹ کا ٹکڑا پھینکتے ہوئے اس کی نظر سڑک کی طرف اٹھی تھی اور اگلے ہی پل ناگواری سے اس کی ابرو تن گئی تھیں۔ دوسری جانب کچھ فاصلے پر رکتی لڑکی احتیاطاً اس کے تیوروں کا اندازہ لگاتی رہی تھی اور پھر ہاتھ میں موجود ایک تہہ گرم چادر اس کی جانب بڑھا دی تھی۔

"یہ چادر لے لو، بہت سردی ہو رہی ہے۔" لڑکی کے نرم لہجے نے اسے ایک پل کے لیے حیران کیا تھا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اگلے ہی پل وہ اکھڑے انداز میں بولا تھا۔

"کیوں؟ کیا تم انسان نہیں ہو؟"

"نہیں۔" وہ اتنا ہی بولا تھا۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا۔" لڑکی بے اختیار بول گئی تھی۔

"تم یہاں سے جاتی ہو یا نہیں؟" وہ بگڑے تیوروں سے بولا تھا۔ لڑکی چند لمحوں تک خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"وہ کون لوگ ہوتے ہیں جو گاڑی میں آتے ہیں؟ تم ان کے ساتھ روز کہاں جاتے ہو؟"

"جہنم میں جاتا ہوں۔ تم ہوتی کون ہو مجھ سے یہ پوچھنے والی؟" وہ غرایا تھا۔

"کوئی نہیں۔" اس کے لباس کا دلچسپی سے جائزہ لیتی وہ سرسری لہجے میں بولی تھی۔

دوسری جانب وہ کچھ کہتے کہتے رک کر سڑک کی جانب متوجہ ہوا تھا جہاں سے ایک مریل سا شخص اسی جانب چلا آ رہا تھا۔

"آ گیا میرا خون چوسنے۔" لڑکی کے زہریلے لہجے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا مگر لڑکی اس شخص کو ہی گھور رہی تھی جس نے جھٹکے والے انداز میں لڑکی کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"چھوڑ مجھے۔" لڑکی چیخی تھی۔

"گھر چل...... پیسے نکال کر دے مجھے کہاں چھپا کر رکھے ہیں۔" سرخ آنکھوں والا مریل شخص اسے ساتھ کھینچ لے جانا چاہتا تھا مگر لڑکی ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا چکی تھی۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.Paksociety.com

''نہیں ہے میرے پاس پیسے، کتنی دولت تو نے کما کر میرے ہاتھ پر رکھی ہے جسے چھپا کر رکھوں گی؟''
''جھوٹ بولتی ہے...... عیار......!'' دھاڑتے ہوئے اس شخص نے لڑکی کو ایک تھپڑ بھی رسید کیا تھا۔
''میں عیار ہوں اور تو کون ہے؟ پہلے یہ تو معلوم کر، مرد ہے تو جا کر سڑکیں کھود، محنت مزدوری کر اور اگر مرد نہیں ہے تو ناچ کر، تالیاں پیٹ کر روپے کما۔'' لڑکی حلق کے بل چیخی تھی جس پر مریل شخص شدید اشتعال میں آ گیا تھا۔ مغلظات بکتے ہوئے اس نے لڑکی پر تھپڑوں اور لاتوں کی بارش کر دی تھی۔ دوسری طرف وہ جو پول سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، بڑے اطمینان اور دلچسپی سے یہ مناظر دیکھتا نئی سگریٹ سلگا چکا تھا۔
مریل شخص اگر تابڑ توڑ تھپڑوں اور ٹھوکروں کی برسات کر رہا تھا تو لڑکی بھی مزاحمت کی پوری کوشش میں تھی مگر دوسری بار جب وہ زمین پر گری تو دوبارہ قدموں پر اٹھنے کا اسے موقع نہیں ملا تھا۔
''تو صرف یہی زبان سمجھتی ہے۔ دیکھتا ہوں کیسے مجھے روپے نہیں دے گی۔ چل ابھی میرے ساتھ۔'' مریل سے شخص کا سارا دم خم اس کی آواز میں ہی تھا سو دھاڑتے ہوئے وہ اس لڑکی کو گھسیٹ لے جانے کی کوشش میں تھا۔
''تو کون سی شرافت کی زبان سمجھتا ہے۔ مجھے بھی تیری اسی ماں نے جنم دیا ہے جسے صدمے دے دے کر تو نے کسی قابل نہیں چھوڑا اور اب میں بھگت رہی ہوں تجھے۔ تو مر کیوں نہیں جاتا۔'' لڑکی چلاتے ہوئے دوبارہ اس شخص کو بھڑکا گئی تھی۔ وہ پل پڑا تھا لڑکی پر۔ اس بار لڑکی نے اپنے بچاؤ کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ بس کراہتے ہوئے لاتیں، ٹھوکریں، مکے برداشت کرتی رہی تھی، کچھ دیر بعد ہی وہ مرنجان مرنج شخص تھک کر رکا اور بری طرح ہانپنے لگا تھا مگر سرخ ابلتی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے زمین پر گٹھڑی بنی پڑی تھی۔
''میں پیسے لے کر جاؤں گا۔ چل میرے ساتھ۔'' وہ شخص پھولی سانسوں کے درمیان چیخا تھا۔ ''تو ایسے نہیں مانے گی۔'' لڑکی کی ڈھٹائی پر اس نے تلملا کر پیر سے چپل نکالی تھی۔
''چھوڑ دے اسے۔'' مداخلت کرتی اس آواز پر اس شخص نے رک کر پول کی طرف دیکھا تھا۔ ''یہ مر گئی تو سیدھا جیل جائے گا، وہاں اتنی آسانی سے نشے کی پڑیا نہیں ملنے والی۔ دو دن میں ہی ایڑیاں رگڑتا مر جائے گا۔'' اس تماشے سے وہ اکتا چکا تھا شاید اس لیے مداخلت کرتا اس شخص کو مشورہ دے دیا تھا۔
''تو کون ہے؟ کیا آشنا ہے اس کا؟'' وہ شخص بھڑک کر اس کی طرف بڑھا تھا۔
''میں کیا کہوں، سامنے پڑی ہے خود ہی پوچھ لے اس سے۔'' بے نیازی سے بولتا وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل سرعت سے اپنی جگہ سے ہٹا تھا اور بروقت ہٹا تھا کہ لڑکی کا پھینکا گیا پتھر زوردار طریقے سے پول سے ٹکرایا تھا۔ وہ بری طرح دنگ رہ گیا تھا جبکہ لڑکی خونخوار نظروں سے اسے دیکھتی دوسرا پتھر اٹھا رہی تھی۔
''اے رک......'' بلند آواز میں وہ اسے روک گیا تھا۔ ''یہ پتھر اپنے اس نشئی کو مار مجھے اگر مارا تو ہاتھ توڑ دوں گا۔ واپس وہیں رکھ پتھر......!'' اس کی کرخت انداز پر لڑکی پتھر ایک طرف ڈالتی مریل نشئی کو گھورنے لگی تھی۔
''آخری بار کہہ رہا ہوں اب روپے میرے حوالے کر دے ورنہ یہیں گڑھا کھود کر دفن کر دوں گا تجھے۔''
مریل آدمی کو پھر دورہ اٹھا تھا۔ جواباً وہ کچھ بھی بولے بغیر گھٹنوں میں چہرہ چھپا گئی تھی۔
''ڈرامہ کرتی ہے میرے سامنے۔''

(جاری ہے)



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY